JOURNAL OF ACADEMIC RESEARCH FOR HUMANITIES
ISSN 2663-192x

Journal of Academic Research for Humanities (JARH) Vol. 1, No. 1 (OCT-DEC 2021)

حدیث تشبہ:علم اسماء الرجال کی روشنی میں سندی وتحقیقی جائزہ

Hadith Tashabbuh: A Critical Evaluation in the light of 'Ilm Asmā-al-Rijāl

Published online: 30-12-2021

Mr. Allah Ditta
Lecturer
Islamic Studies Department
Federal Govt. Degree College for Women Multan
(Pakistan)
Email:profabughufran475@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-5292-4534

Muhammad Zubair
Ph.D. Scholar
Islamic Studies Department
B.Z.U. Multan
(Pakistan)
Email:irszubairsheikh@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0001-8237-5049

CORRESPONDING AUTHOR
Mr. Allah Ditta
Lecturer
Islamic Studies Department
Federal Govt. Degree College for Women Multan
(Pakistan)
Email:profabughufran475@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-5292-4534

Abstract:

Imitation of the infidels is one of the core issues of recent time and it is discussed according to the basic instructions of Islamic social system. This issue is normally argued under the guidance of hadith and there are several hadiths which explains the legal position of this sensitive issue, but one hadith about imitation is regarded as a final or basic source for this matter and it is quoted mostly among scholars. Almost, all the ancient or contemporary jurists considered it as a decisive guidance about resemblance with non-Muslims and does not allow the Muslims to imitate with infidels. This article elaborates about the authenticity of this hadith under the science of 'Ilm Asmā-al-Rijāl and decides the legal position about the imitation of infidels. This study will be beneficial not only for new scholars but also for general public as well. This article also discusses the lawfulness about this issue in the matters of our daily life.

Keywords:

Hadith, Tashabbuh, 'Ilm Asmā-al-Rijāl, Jurists, authenticity, Infidels.

موسوعہ فقہیہ کویتیہ کے مطابق:''التَشَبُّہ''لغوی اعتبار سے باب ''تَشَبَّہَ'' کا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے: «تَشَبَّہَ فُلَانٌ بِفُلانٍ» ''فلاں شخص نے فلاں سے تشبہ اختیار کیا۔'' جب وہ بہ تکلف اس کے مثل ہونا چاہے اور دو چیزوں کے درمیان مشابہت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کسی وصف میں اشتراک پایا جائے۔ اسی سے ہے: «أشبہ الولد أباہ» ''بیٹااپنے باپ کے مشابہ ہوا۔'' جب بیٹا باپ کی صفات میں سے کسی صفت میں اس کا شریک ہو۔(موسوعہ فقہیہ کویتیہ، 1427ھ، 12: 5)مذکورہ لغوی تعریفات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ:

لغوی طور پر تشبہ کا معنیٰ مماثلت، التباس اور جوڑ کے اردگرد گھومتا ہے جو متشبہ اور متشبہ بہ میں کسی مشترکہ وصف کی بناء اس طرح پایا جاتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں دونوں میں تمیز ختم ہوجاتی ہے۔

تشبہ کا اصطلاحی معنیٰ:

فقہاء نے اس لفظ کو لغوی معنیٰ میں ہی استعمال کیا ہے۔(موسوعہ فقہیہ کویتیہ، 1427ھ، 12: 5) عبد الرؤف مناوی (المتوفیٰ: سہ1031ھ)تشبہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تزيا في ظاهره بزيهم وفي تعرفه (لعل الصواب: تصرفه) بفعلهم وفي تخلقه بخلقهم وسار بسيرتهم وهديهم في ملبسهم وبعض أفعالهم أي وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن۔'' (المناوی، 1356 ھ، 6: 104) یعنی اپنے ظاہر میں کفار جیسا لباس پہننا ، اپنی شناخت (اپنے فعل)میں ان جیسے افعال کرنا، ان جیسے اخلاق اپنانا، ان کا طرز زندگی اپنانا، لباس وغیرہ میں ان کا طرز اختیار کرنا، یعنی حقیقی تشبہ وہ ہوتا ہے جس میں ظاہر باطن کے مطابق ہوجاتا ہے۔

یعنی تشبہ کا مطلب ہے کہ انسان متشبہ بہ جیسا بننے کےلیے، اس جیسی ہیئت، حلیہ اور اس جیسی صفات اپنانے کےلیے کوشش کرے۔'' یا پھر ''تشبہ کا مطلب ہے کہ اس مقصد کے حصول کےلیے تکلف کرنا، سیکھنا اور اسے اپنا مقصودِ اصلی بنا لینا۔'' بعض اوقات تشبہ سے ''کسی دوسرے جیسی شکل، صورت، ہیئت، حلیہ اور اخلاق اپنانا'' مراد ہوتا ہے ۔

حدیث تشبہ کا تحقیقی جائزہ

تشبہ کے مسئلہ میں سب سے پہلی نص جو ہمارے سامنے آتی ہے، وہ حدیث «من تشبہ بقوم فھو منھم» ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ اصول حدیث کی رُو سے یہ حدیث کس معیار کی ہے۔ اس کے راوی کس درجہ کے ہیں اور اس کا معنیٰ ومفہوم کیا ہے۔ پیش نظر سطورمیں انہی چیزوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

حدیث کی تخریج:

یہ حدیث مختلف کتبِ احادیث میں موجود ہے۔ کہیں پر تھوڑے الفاظ ہیں اور کہیں پر زیادہ۔ مکمل روایت یوں ہے: «عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتَّى يُعْبَدَ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي، وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» (ابن حنبل، 5115)

سیدنا عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے قیامت سے پہلے تلوار دے کربھیجا گیا ہے تاکہ اللہ کی ہی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں ۔ میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے۔ میرے

ابتدائیہ:

ہر گزرتے دن کے ساتھ مسلم امہ کے علمی و فکری زوال کی وجہ سے کفارکے ساتھ مشابہت کا رحجان بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ کفارکی مشابہت کے بارے میں قرآن و سنت کی تعلیمات کیا ہیں؟ لوگ بلادریغ کفار کی مشابہت کو اختیار کرتے چلے جارہے ہیں ۔ بالعموم اس ضمن میں ایک حدیث کوفیصل کا درجہ استنادحاصل ہے۔ اس مقالہ میں اس حدیث کا علم اسماء الرجال کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیکر بتایا گیا ہےکہ اس حدیث کی فنی حیثیت کیا ہے؟ اور اس حدیث سے کیا احکامات ثابت ہو رہے ہیں ؟ تشبہ کے بارے میں جو بنیادی حدیث ذکر کی جاتی ہے، وہ کن کن کتب احادیث میں موجود ہے؟ اس کی کتنی سندیں ہیں؟ محدثین نےاس حدیث کو صحت وضعف کے اعتبار سے کیا درجہ دیا ہے؟ اس میں پائے جانے والے مختلف فیہ راوی ثقاہت کے کس معیار پر فائز ہیں؟ ائمہ جرح وتعدیل کا ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ اس حدیث کی تشریح شارحین کے نزدیک کیا ہے؟ دیگر احادیث تشبہ کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟ زیر نظر مقالہ میں انہی مباحث کو امہات کتب کی مدد سے پیش کیا گیا ہے۔مگرمسلم فکر میں تشبہ کی تفہیم وتعبیر کو جاننے کےلیے ضروری ہے کہ پہلے تشبہ کے بارے میں چند بنیادی باتوں سے آگاہی ہو۔ مثلاً: تشبہ کا لفظ کہاں سے ماخوذ ہے۔ اس کا مادہ کیا ہے۔ اس کا لفظی یا لغوی معنیٰ ومفہوم کیا ہے۔ اصطلاحی طور پر یہ کس معنیٰ ومفہوم میں استعمال ہوتا ہے ۔ اس سے ملتے جلتے الفاظ کون کون سے ہیں تاکہ نصوص شرعیہ کے مطالعہ کے وقت معلوم ہوسکے کہ ان الفاظ کے تحت جن چیزوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے، ان پر تشبہ کے احکام لاگو ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس مقالہ میں انہی امور کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان سوالات کے جوابات بیان کیے گئے ہیں مگر اس سے قبل تشبہ کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کو واضح کیا جاتا ہے تاکہ تشبہ کے مباحث کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

تشبہ کا لغوی معنیٰ ومفہوم

لفظ ''تشبہ'' شبہ سے باب «تَفَعُّل»کا مصدر ہے۔ شبہ کے بارے میں ابن فارس (المتوفی: 395ھ)لکھتے ہیں: شَبَہَ شّ، بٓ اور ہاءّ پر مشتمل ہے۔ اس کی ایک ہی اصل ہے۔ جو کہ ایک چیز کی دوسری چیز سے رنگ اور وصف میں مشابہت اور مشاکلت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کےلیے تین لفظ بولے جاتے ہیں: ''شِبْہٌ وَشَبَہٌ وَشَبِیہٌ''۔ جواہرات میں شبہ سے مراد وہ چیز ہے جو سونے کے مشابہ ہوتی ہے۔ مشبہات امور سے مراد مشکل کام ہیں۔ جب دو کام ایک جیسے ہوں اور آپس میں خلط ملط ہوجائیں تو کہا جاتا ہے کہ دونوں کام مشتبہ ہوگئے۔(ابن فارس،1979ء، 3: 243)

ابن منظور افریقی (المتوفی: 711ھ) لکھتے ہیں: شِبْہُ، شَبَہُ، شَبِیْہُ تینوں کا مطلب ہے: مانند۔ اس کی جمع اشباہ ہے۔ ''ایک چیز دوسری چیز کے مشابہ ہوگئی'' کا مطلب ہے کہ اس جیسی ہوگئی۔عربی کی ایک ضرب المثل ہے: «من أشبہ أباہ فما ظلم» جو اپنے باپ کے مشابہ ہے، اس نے ظلم نہیں کیا۔...شَبَہ کی جمع خلافِ قیاس مَشَابِہُ ہے۔ .... ''أَشْبَهْتُ فُلَانًا وشابَهْتُه واشْتَبَه عَلَيَّ وتَشابَه الشيئانِ واشْتَبَها'' ان سب کا ایک ہی مطلب ہے کہ ایک چیز دوسری کے مشابہ ہے۔(ابن منظور، 1414 ھ، 13: 505)

عبد الرحمن بن ثابت کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کیاہے۔(ابن شاہین، 1999ء، 68)

علی بن مدینی اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔(بغدادی، 2002ء، 11: 486) ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے علی بن مدینی سے ابن ثوبان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ''لیس بہ بأس''(ابن عساکر، 1995ء، 34: 252) ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن ابراہیم المعروف دحیم دمشقی (المتوفی: 245 ھ)سے ابن ثوبان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ''ثقہ ہے۔''(بغدادی، 2002ء، 11: 486) صالح بن محمد کا قول ہے: ''شام کا رہنے والا تھا۔ صدوق تھا۔ البتہ اس میں ایک خامی یہ تھی کہ قدری تھا۔ محدثین نے اس کی ان احادیث کا انکار کیا ہے جو یہ اپنے والد سے اور وہ مکحول سے بیان کرتے تھے۔''(ابن عساکر، 1995ء، 34: 256) یعقوب بن شیبہ سدوسی کہتے ہیں: ''رجل صدق، لا بأس بِهِ''(بغدادی، 2002ء، 11: 486)

خطیب بغدادی کا قول ہے: «وكان ابن ثوبان ممن يذكر بالزهد والعبادة، والصدق في الرواية» ''ابن ثوبان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کے زہد، عبادت اور صدق فی الروایۃ کے تذکرے ہوتے تھے۔'' (بغدادی، 2002ء، 11: 486) ذہبی لکھتے ہیں: ''دحیم وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ اس پر قدری ہونے کا الزام ہے۔ بعض محدثین نے اسے کمزور قرار دیا ہے۔'' (ذہبی، 1992ء، 1: 623) اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں: ''صدوق ہے۔ قدری ہونے کا الزام ہے۔'' (ذہبی، 673 - 748ھ، 1: 532) اپنی تیسری کتاب میں لکھتے ہیں: ''اس کا شمار زیادہ احادیث بیان کرنے والوں میں نہیں ہوتا۔ یہ حجت نہیں تھا، بلکہ صالح الحدیث تھا۔'' (ذہبی، 2006ء، 7: 18) اس کے علاوہ ذہبی نے اس کا تذکرہ اپنی اس کتاب میں کیا ہے جس کا نام ہے: «من تكلم فيه وهو موثق» (ذہبی، 1986ء، 117) یعنی اس کتاب میں وہ ان راویوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن پر کلام تو کیا گیا ہے، لیکن درحقیقت وہ ثقہ ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی کتاب ''دیوان الضعفاء'' میں بھی اس کو ذکر کیا ہے۔(ذہبی، 1967ء، 240) لیکن اس کتاب میں ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ راوی ان کے نزدیک ضعیف تھا کیونکہ اس کتاب میں انہوں نے ان ثقہ راویوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جن میں کچھ کمزوری تھی۔ جیسا کہ اس کتاب کے مکمل نام سے ظاہر ہورہا ہے: ''ديوان الضعفاء والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين''

ابن حجر لکھتے ہیں: ''صدوق ہے۔ غلطی کرجاتا ہے۔اس پر قدری ہونے کا الزام ہے۔ آخری عمر میں حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔''(ابن حجر، 1986ء، 337) ترمذی نے ایک حدیث، جس میں ''عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان'' تھا، اسے بیان کرکے کہا ہے: «وَهُوَ إِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ» (ترمذی، 43) جبکہ محدثین کی دوسری جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں:''ابن ثوبان یعنی عبد الرحمن بن ثابت کی احادیث منکر ہیں۔'' (ابن ابی حاتم، 1952ء، 5: 219) ایک مرتبہ فرمایا:''حدیث کے معاملہ میں قوی نہیں تھا۔'' (العقیلی، 1984ء، 2: 326)

ابن معین کہتے ہیں: ''ضعیف ہے لیکن اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث لکھی جائے گی۔ یہ نیک آدمی تھا۔''(ابن عدی، 1997ء، 5: 460) ایک روایت کے مطابق فرمایا: «ليس بشيء» ''یہ کوئی چیز نہیں تھا۔'' (ابن شاہین، 1989ء، 127)

احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے بھر پور ذلت لکھ دی گئی ہے۔ اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان ہی میں شمار ہوگا ۔''

مکمل حدیث''مصنف ابن ابی شیبہ'' (ابن ابی شیبہ، 19401)،''مسند احمد'' (ابن حنبل، 5115)، '' المنتخب من مسند عبد بن حمید'' (عبد بن حمید، 848)،''مشكل الآثار'' (طحاوی، 231)،''معجم ابن الاعرابی'' (ابن الاعرابی، 1137)،''مسند الشامیین'' (طبرانی، 216)،''الفوائد'' (تمام،770)،''شعب الایمان'' (بیہقی، 1154) اور''الفقيه والمتفقه'' (بغدادی، 1421ھ، 2: 142) میں بیان کی ہے۔''صحیح بخاری'' میں صرف اتنے الفاظ:«وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي» معلقاً بصیغہ ٔ تمریض بیان کیے ہیں۔(بخاری، قبل2914) جبکہ''سنن ابی داؤد'' میں صرف آخری جملہ بیان کیا گیا ہے۔ (ابو داود، 4031)مذکورہ بالا تمام کتابوں میں یہ روایت سیدنا عبد اللہ بن عمرسے مروی ہے۔

''اخبار اصفہان'' (ابو نعیم، 1990ء، 1: 165) اور''ذم الكلام'' (ہروی، 466) میں یہ روایت سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے۔ ''ذم الكلام'' (ہروی، 465) میں یہ روایت سیدنا ابو ہریرہ کے حوالہ سے بھی ذکر کی گئی ہے۔ ''المعجم الاوسط'' (طبرانی، 8327)، ''مسند الشامیین'' (طبرانی، 1862)اور''مسند البزار'' (بزار، 2966)میں یہ روایت اتنے الفاظ «من تشبه بقوم فهو منهم» کے ساتھ سیدنا حذیفہ بن یمان سے مروی ہے۔

حدیث پر اسنادی بحث:

پہلی سند: «حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي مُنِيبٍ الْجُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: .... الحديث». اس سند سےیہ مکمل روایت مسند احمد، المنتخب من مسند عبد بن حمید اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، جبکہ اس روایت کا آخری حصہ سنن ابی داؤد میں اسی سند سے ہے۔ اس سند میں ''عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان''(75 ھ – 165 ھ)مختلف فیہ ہے۔محدثین کے ایک جماعت نے اس کی توثیق بیان کی ہے۔ عمرو بن علی الفلاس (المتوفی: 249 ھ) کہتے ہیں: ''سارے شامیوں کی حدیث ضعیف ہوتی ہے، سوائے چند افراد کے۔ ان میں سے ایک ''عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان''ہے۔''(ابن عدی، 1997ء، 5: 460)

ابو حاتم کہتے ہیں: ''ثقہ ہے۔'' (ابن ابی حاتم، 1952ء، 5: 219)

ایک جگہ فرمایا: ''اس میں کچھ کچھ قدری مذہب کے آثار تھے۔ آخری عمر میں اس کی عقل متغیر ہوگئی تھی۔ لیکن یہ مستقیم الحدیث ہے۔'' (ابن عساکر، 1995ء، 34: 253)

ابن حبان نے اسے اپنی کتاب ''الثقات'' میں ذکر کیا ہے۔(ابن حبان، 1973ء، 7: 92) جبکہ اپنی دوسری کتاب میں انہیں اہل شام کے صلحاء میں سے ایک فرد گردانا ہے۔ (ابن حبان، 1991ء، 288) ابو داؤد کہتے ہیں: «كان فيه سلامة وكان مجاب الدعوة وليس به بأس» (ابو داود، 1997ء، 2: 227) عجلی (العجلی، 1405 ھ، 2: 73)اور ابو زرعہ (ابن ابی حاتم، 1952ء، 5: 219)کا قول ہے: ''لا بأس بہ''۔ ابن معین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ''صالح الحدیث''۔(ابن ابی حاتم، 1952ء، 5: 219)ایک جگہ انہوں نے فرمایا: ''لیس بہ بأس''(ابن معین، 1979ء، 4: 463)ابن شاہین نے ذکر کیا ہے کہ یحییٰ بن معین نے

''اس کی سند صحیح ہے۔'' (عراقی، 2005ء، 318) ابن حجر کہتے ہیں: ''اس کی سند حسن ہے۔'' (ابن حجر، 1379ھ، 10: 271) ابن حجر نے بلوغ المرام میں ذکر کیا ہے کہ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔'' (ابن حجر، 1424ھ، 447) بلوغ المرام کے ایک محقق ماہر یاسین الفحل لکھتے ہیں: ''ابن حبان کی تصحیح ان کی کسی کتاب میں نہیں مل سکی، نہ ہی ابن حجر کے علاوہ کسی اور نے ان سے اس حدیث کی تصحیح نقل کی ہے۔'' (الفحل، 2014ء، 540) زرقانی کہتے ہیں: ''حسن لغیرہ ہے۔'' (زرقانی، 1989ء، 215) ذہبی کہتے ہیں: ''اس کی سند صالح ہے۔''(ذہبی، 2006ء، 7: 18) ابن عبد البر نے اپنی کتاب ''التمہید'' میں اس روایت کو اسی سند سے بیان کرکے حجت پکڑی ہے۔(ابن عبد البر، 1387ھ، 11: 76) جبکہ چند علماء نے اس سند کو ضعیف بھی قرار دیا ہے۔مثال کے طور پر بدر الدین زرکشی لکھتے ہیں: ''اس حدیث کو ابو داؤد نے سیدنا ابن عمر کے حوالہ سے ایسی سند سے بیان کیا ہے جس میں ضعف ہے۔'' (زرکشی، 1986ء، 102)

شمس الدین سخاوی لکھتے ہیں: ''اس کی سند میں ضعف ہے لیکن دیگر احادیث اس کی شاہد ہیں۔'' (سخاوی، 1985ء، 639)

دوسری سند: «حَدَّثَنَا صَدَقَةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ .... الحديث». اس سند سے یہ روایت ہروی کی کتاب ''ذم الکلام وأهله'' میں ہے۔(ہروی، 465) اس سند میں ایک راوی ''صدقہ'' ہے جس کا پورا نام ''صدقہ بن عبد اللہ السمین'' ہے۔ اس کے بارے میں محدثین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ابن حجر (ابن حجر، 1986ء، 275) اور ذہبی(ذہبی، 1992ء، 1: 502) نے لکھا ہے: ''یہ ضعیف ہے۔'' اس سند کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ اس سند کا ایک شاہد بھی ہے جو مرسل ہے۔ سند یہ ہے: «حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبَلَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... الحديث».(مصنف ابن ابی شیبہ، 19437) ابن حجر نے اپنی کتاب ''فتح الباری'' میں اسے ذکر کیا ہے اور اس میں طاؤس کا نام نہیں لیا۔ اور کہا ہے: ''اس کی سند حسن ہے۔'' (ابن حجر، 1379ھ، 6: 98)

تیسری سند: «حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .... الحديث». اس سند سے یہ روایت ہروی نے اپنی کتاب ''ذم الکلام وأهله'' اور ابو نعیم نے اپنی کتاب ''تاریخ اصفہان'' میں نقل کی ہے۔ اس سند میں ''بشر بن حسین'' متروک راوی ہے۔ بخاری کہتے ہیں: ''فیہ نظر''۔(بخاری، 194 – 256ھ، 2: 71) دارقطنی کا قول ہے: ''متروک''۔(ذہبی، 1963ء، 1: 315) ابن عدی نے کہا ہے: ''اس کی اکثر روایات محفوظ نہیں ہیں۔''(ابن عدی، 1997ء،2: 163) ابو حاتم کہتے ہیں: ''یہ جھوٹ گھڑ گھڑ کر زبیر بن عدی کے ذمہ لگاتا تھا۔'' (ابن ابی حاتم، 1952ء،2: 355)ان اقوال کا مفاد یہ ہے کہ یہ سند کسی کام کی نہیں ہے۔

چوتھی سند: «حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ زَكَرِيَّا، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ، نا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْخَطَّابِ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ غُرَابٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ حُذَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»» اس سند سے یہ روایت طبرانی نے اپنی کتاب ''المعجم الاوسط'' اور بزار نے اپنی کتاب ''مسند البزار'' میں بیان کی ہے۔ اس سند کے تمام

گویا ابن معین سے اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ نسائی کہتے ہیں: ''ضعیف ہے۔''(المزی، 1980ء، 17: 16) ایک مرتبہ فرمایا: ''قوی نہیں ہے۔''(ابن عدی، 1997ء، 5: 460) ابن عدی کہتے ہیں: ''اس کی احادیث اچھی ہوتی ہیں۔۔۔ یہ نیک آدمی تھا۔ اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی احادیث لکھی جاتی ہیں۔''(ابن عدی، 1997ء، 5: 460) عبد الرحمن بن یوسف ابن خراش کا قول ہے: ''اس کی حدیث میں کمزوری ہوتی ہے۔''(بغدادی، 2002ء، 11: 486) ایک ہی راوی کے بارے میں محدثین کی ان مختلف آراء کا ایک سبب اس کا قدری المذہب ہونا ہے جبکہ دوسری وجہ یہ ہے کہ اخیر عمر میں اس کی عقل بگڑ گئی تھی۔(احمد شاکر، 1995، 3: 397)

اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اس کی توثیق کرنے والے بارہ محدث ہیں۔ جبکہ تضعیف کرنے والے پانچ محدث ہیں۔ ان میں سے یحییٰ بن معین کے چونکہ اس کے بارے میں دونوں طرح کے اقوال ہیں، اس لیے اگر انہیں اس فہرست سے خارج کردیا جائے تو معدلین گیارہ اور جارحین چار رہ جاتے ہیں۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ راوی قابل اعتبار ہے جیسا کہ ذہبی اور ابن حجر نے مذکورہ اقوال کو مدِ نظر رکھ کر اپنا فیصلہ دیا ہے۔ لہٰذا ان کا فیصلہ ہی راجح ہوگا۔

اس سند کے باقی راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔ ابن تیمیہ اس حدیث کو اسی سند سے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''یہ سند جید ہے۔ کیونکہ ابن ابی شیبہ، ابو النضر اور حسان بن عطیہ ثقہ، مشہور اور صحیحین کے راویوں سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔ ان کا مقام ومرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے کہ ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ صحیحین کے راوی ہیں۔'' (ابن تیمیہ، 1999ء، 1: 269) احمد شاکر کہتے ہیں: ''اس روایت کی سند صحیح ہے۔'' (احمد شاکر، 1995ء، 4: 515) پھر انہوں نے عبد الرحمن بن ثابت کے بارے میں محدثین کی مختلف آراء کا تذکرہ کیا۔ البانی کہتے ہیں: ''اس روایت کی سند حسن ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں سوائے اس ابن ثوبان کے۔ اس کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کا اختلاف ہے۔'' (البانی، 1985ء، 5: 109) لیکن بات یہ ہے کہ اس روایت کو بیان کرنے میں عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان اکیلا نہیں ہے۔ بلکہ اوزاعی نے اس کی متابعت کی ہے۔ طحاوی نے اپنی کتاب ''مشکل الآثار'' میں اس متابعت کو ذکر کیا ہے۔ ان کی سند یہ ہے: «حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَطِيَّةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي مُنِيبٍ الْجُرَشِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: .... الحديث» اس سند کے بارے میں البانی لکھتے ہیں: ''اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں سوائے ابو امیہ کے۔ اس کا نام محمد بن ابراہیم طرسوسی ہے۔ تقریب میں ہے: ''صدوق ہے، محدث ہے لیکن اسے وہم بھی ہوجاتا تھا۔''ولید بن مسلم ثقہ ہے۔ صحیحین میں اس کی روایات سے حجت لی گئی ہے۔ لیکن یہ تدلیس تسویہ کیا کرتا تھا۔ اگر یہ تدلیس سے محفوظ بھی ہو تو ڈر ہے کہ کہیں اس نے تدلیس تسویہ نہ کی ہو۔'' (البانی، 1985ء، 5: 109) کیونکہ اس نے اوزاعی کے حسان سے سماع کی صراحت نہیں کی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے علماء نے اس حدیث کو عبد الرحمن بن ثابت والی سند سے صحیح قرار دیا ہے۔ابن تیمیہ کا قول گزر چکا ہے کہ یہ سند جید ہے۔ حافظ عراقی کہتے ہیں:

حدیث سے مستنبط احکام:

اس حدیث میں رسول اللہﷺ نے یہ بتایا ہے کہ آپﷺ کی بعثت قربِ قیامت ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو تلوار دے کر بھیجا ہے۔ احمد البنا ساعاتی لکھتے ہیں کہ آپﷺ نے اس حدیث میں اپنی طرف تلوار دے کر بھیجے جانے کی نسبت اس لیے کی ہے کہ اگرچہ دیگر انبیاء کو بھی اعداء اللہ سے جنگ کا حکم تھا، لیکن جس قدر آپ پر یہ ذمہ داری تھی، دیگر انبیاء پر نہیں تھی۔یہ بھی احتمال ہے کہ آپﷺ نے یہ نسبت اپنی طرف اس لیے کی ہے کیونکہ گزشتہ الہامی کتابوں میں آپﷺ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ تو گویا کہ آپﷺ نے اس کا ذکر کرکے اہل کتاب کو خبردار کیا ہے اور انہیں یاد دہانی کروانے کی کوشش کی ہے۔ (ساعاتی، 1378ھ، 22: 40)

اس حدیث میں نبی کریمﷺ نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ کی رسالت کا خلاصہ اور آپﷺ کی بعثت کا مقصد صرف یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ کی ہو اور شرک کی تمام صورتیں مٹا دی جائیں۔ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب فی سبیل اللہ جہاد کیا جائے اور اہل شرک وضلالت سے قتال کیا جائے۔ حدیث کے دوسرے ٹکڑے میں آپﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے۔'' اس میں اشارہ ہے کہ امت محمدیہ کےلیے مالِ غنیمت حلال ہے اور نبی کریمﷺ کا رزق اسی سے حاصل ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے اسے افضل ترین کمائی قرار دیا ہے۔(ابن حجر، 1379ھ، 6: 98) اگرچہ آپﷺ کے دیگر ذرائع آمدن بھی تھے، لیکن بڑا ذریعہ آمدن جہاد ہی تھا کیونکہ مالِ غنیمت میں آپﷺ کا ایک مخصوص حصہ مقرر تھا۔(ساعاتی، 1378ھ، 22: 40)

دیگر آلاتِ حرب خصوصاً تلوار کی بجائے صرف نیزے کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ عرب کے ہاں علَمِ جہاد نیزوں پر ہی لٹکایا جاتا تھا۔ چونکہ نیزے کا سایہ لمبا ہوتا تھا اس لیے رزق کی نسبت اسی کی طرف زیادہ مناسب تھی۔(ابن حجر، 1379ھ، 6: 98) حدیث کے تیسرے ٹکڑے میں نبی کریمﷺ نے بتایا ہے کہ ذلت اور اہانت آپﷺ کے مخالفین کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔ اس سے معنوی اہانت مراد ہے۔ جبکہ حسی اہانت جزیہ دینے میں ہے۔

اس حدیث کے آخری حصہ میں رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی، وہ انہی میں سے ہوگا۔'' اس مقالہ میں اس پوری حدیث کو درج کرنے سے مقصود یہی ٹکڑا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بہ تکلف کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ حال اور مآل کے اعتبار سے اسی جیسا ہوگا۔اس لیے اگر کوئی نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا تو نیک شمار ہوگا اور انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اگر کفار یا بدکردار لوگوں کی مشابہت کرے گا، تو اس کا انجام بھی انہی جیسا ہوگا۔(ساعاتی، 1378ھ، 22: 40)

مناوی لکھتے ہیں: ''ایک قول یہ ہے: ''اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، اس کا شمار ان کے پیروکاروں میں ہوگا۔ اس کی ویسے ہی عزت ہوگی جیسے دیگر نیک لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو شخص بدکرداروں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، اس کی اہانت اور تذلیل ایسے ہی ہوتی ہے جیسے دیگر بدکرداروں کی۔ جو شخص

راوی ثقہ ہیں سوائے علی بن غراب کے۔ اس کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل نے کلام کیا ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں: ''اس سند میں علی بن غراب ہے جسے ایک سے زائد محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے جبکہ بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ باقی راوی ثقہ ہیں۔'' (ہیثمی، 1994ء، 10: 271) ابن معین کہتے ہیں: ''لیس بہ بأس''(ابن معین، 1985ء، 1:83)دوسری روایت کے مطابق فرمایا: ''صدوق''(ابن معین، 158 – 233ھ، 117)تیسری روایت کے مطابق کہا: ''ثقۃ''(ابن معین، 1979ء، 3: 269)ایک روایت کے مطابق فرماتے ہیں: ''لوگوں نے اس پر گفتگو کرکےاس پر ظلم کیا ہے۔''(ابن ابی حاتم، 1952ء، 6: 200)

دارقطنی نے ثقات حفاظ کی ایک فہرست دی ہے جس میں اس کا نام بھی شامل ہے۔(دارقطنی، 1985ء، 3: 115) ایک روایت کے مطابق انہوں نے کہا: ''علی بن غراب کوفی ہے۔ شواہد ومتابعات میں اس کا اعتبارکیا جاتا ہے۔'' (دارقطنی، 1404ھ، 52) ابو حاتم نے کہا ہے: ''لا بأس بہ''(ابن ابی حاتم، 1952ء، 6: 200) ابو زرعہ کہتے ہیں: ''میرے نزدیک یہ صدوق ہے۔'' (ابن ابی حاتم، 1952ء، 6: 200) احمد بن حنبل کہتے ہیں: ''میں نے بس ایک ہی مجلس میں اس سے سماع کیا ہے۔ یہ تدلیس کرتا تھا۔ میں تو اسے صدوق ہی سمجھتا ہوں۔'' (ابن ابی حاتم، 1952ء، 6: 200) البتہ ابو داؤد کہتے ہیں: ''ضعیف ہے۔ محدثین نے اس کی حدیث ترک کردی تھی۔'' (ابو داود، 1997ء، 2: 306)

ابن حبان کہتے ہیں: ''تشیع میں غالی تھا۔ کثیر الخطا تھا۔ اس کی روایات میں مقلوب سندیں اور من گھڑت باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں یہ ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرکے بیان کرتا تھا۔ لہٰذا اس سے احتجاج باطل ہے۔''(ابن حبان، 1396ھ، 2: 105) جوزجانی کا قول ہے: ''یہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔'' (جوزجانی، 259ھ، 84) گویا کہ علی بن غراب کی صریح تحسین یا تصحیح کرنے والے پانچ محدثین ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں تضعیف کرنے والے تین ہیں۔ جن میں سے جوزجانی کے قول کی حقیقت بیان کرتے ہوئے خطیب بغدادی کہتے ہیں: ''میرے خیال میں جوزجانی نے اس پر اس کے مذہب کی وجہ سے کلام کیا ہے۔ جہاں تک اس کی روایات کا تعلق ہے تو محدثین نے اسے سچائی سے متصف کیا ہے۔''(بغدادی، 2002ء، 13: 502)

اسی طرح ابن حبان کے قول کو بھی ابن حجر نے زیادتی قرار دیا ہے۔کہتے ہیں: ''ابن حبان نے اس کی تضعیف میں زیادتی سے کام لیا ہے۔'' (ابن حجر، 1986ء، 404) لہٰذا محدثین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ابن حجر لکھتے ہیں: ''صدوق ہے۔ تدلیس کیا کرتا تھا۔ تشیع بھی اس کے اندر پایا جاتا تھا۔''(ابن حجر، 1986ء، 404) اس سند کی وجہ سے یہ حدیث پہلی سند کے لیے شاہد بننے کے لائق ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ حدیث حسن درجہ سے کم کی نہیں ہے۔ بعض اوقات تو صحیح لغیرہ تک پہنچ جاتی ہے۔ کیونکہ کتبِ احادیث میں اس معنیٰ ومفہوم کی بہت سی روایات موجود ہیں، جیسا کہ اگلی مبحث میں ان احادیث کو ذکر کیا گیا ہے۔

بزرگی کی چادر اوڑھ لیتا ہے، اس کی عزت ہوتی ہے، اگرچہ وہ بزرگ نہ بھی ہو۔ اسی مفہوم کے اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو جن سانپوں کی شکل وصورت اختیار کرتے ہیں اور ظاہر ہوتے ہیں، انہیں قتل کیا جائے گا۔'' (المناوی، 1356 ھ، 6: 104)

صنعانی کہتے ہیں: ''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص بدکرداروں، کافروں یابدعتیوں کے مخصوص لباس، سواری یا شکل وصورت میں ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ انہی میں سے ہوگا۔ علماء کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص اس نظریہ سے کسی کافر کی ظاہری شکل وصورت میں مشابہت اختیار کرتا ہے تا کہ اس کی طرح ہوجائے تو وہ کافر ہوجائے گا۔ اگر بغیر نظریہ اور عقیدہ کے ایسا کرتا ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ ''کافر ہوجائے گا'' حدیث کا ظاہر اسی کا متقاضی ہے جبکہ دیگر کہتے ہیں کہ ''اس کی تکفیر تو نہیں کی جائے گی لیکن اسے سزا ضرور دی جائے گی۔'' (صنعانی 1099 - 1182 ھ، 2: 646)

ابن تیمیہ کہتے ہیں: ''یہ حدیث کم از کم کفار کی مشابہت کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے، اگرچہ ظاہری الفاظ تو تو مشابہت اختیار کرنے والے کے کافر ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔''(ابن تیمیہ، 1999ء، 1: 270) مناوی کہتے ہیں: ''مشابہت عقائد جیسے دلی امور میں بھی ہوتی ہے اور عبادات اور عادات جیسے ظاہری امور میں بھی ہوتی ہے۔'' (المناوی، 1356 ھ، 6: 104)

نتیجہ بحث:

تشبہ کے بارے میں یہ حدیث بہت مشہور ہے۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ اکثر محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اس لیے اس سے استدلال بھی درست ہوگا ۔ نیز آپﷺ نے کفار کی مشابہت کو اپنے حکم کی مخالفت کے سیاق میں ذکر کیا ہے۔ کفار سے ہر قسم کے کافر مراد ہیں۔ اس طرح آپﷺ نے واضح کردیا کہ آپﷺ کا معاملہ کفار کے معاملات سے پوری طرح جدا ہیں۔ جو بھی آپﷺ کی مخالفت کرتا ہے، وہ درحقیقت کفار کی مشابہت اختیار کررہا ہوتا ہے اور جو ان کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ انہی میں سے ہوگا۔ اس شخص کا آپﷺ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ مشابہت والے فعل کا آپﷺ کے دین سے کوئی تعلق ہے۔ جب کفار سے مشابہت آپﷺ کی مخالفت ہے تو آپﷺ کے دین پر استقامت مخالفتِ کفار سے ہی ہوسکتی ہے۔ اس بناء پر کفار کی مخالفت کا شمار آپﷺ کے دین کے مقاصد میں ہوگا۔

References (حوالہ جات)

ابن فارس، أحمد بن فارس (1979)، معجم مقاييس اللغة، دار الفكر، ج: 3، ص: 243

ابن منظور، محمد بن مكرم بن على الإفريقى (1414ھ)، لسان العرب، بيروت: دار صادر ، ج: 13، ص: 505

الموسوعة الفقهية الكويتية، الكويت: دارالسلاسل ، ج: 12، ص: 5

المناوي، زين الدين محمد عبد الرؤوف (1356ھ)، فيض القدير شرح الجامع الصغير، مصر: المكتبة التجارية الكبرى ،ج: 6، ص: 104، تحت الحديث: 8593

ابن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد الشيباني (2001ء)، مسند الإمام أحمد بن حنبل، بيروت: مؤسسة الرسالة، ج: 9، ص: 126، رقم الحديث: 5115

ابن أبي شيبة، أبو بكر، عبد الله بن محمد بن إبراهيم (1409ھ)، المصنف في الأحاديث والآثار، الرياض: مكتبة الرشد ، كتاب الجهاد، باب ما ذكر في فضل الجهاد والحث عليه، رقم الحديث: 19401

عبد بن حميد، أبو محمد عبد الحميد بن حميد بن نصر (1988ء)، المنتخب من مسند عبد بن حميد، القاهرة: مكتبة السنة ،ص: 267، رقم الحديث: 848

الطحاوي، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة (1415ھ)، شرح مشكل الآثار، بيروت: مؤسسة الرسالة، ج: 1، ص: 213، رقم الحديث: 231

ابن الأعرابي، أبو سعيد أحمد بن محمد (1997ء)، معجم ابن الأعرابي، السعودية: دار ابن الجوزي، ج: 2، ص: 576، رقم الحديث: 1137

الطبراني، سليمان بن أحمد (1984ء)، مسند الشاميين، بيروت: مؤسسة الرسالة ج: 1، ص: 135، رقم الحديث: 216

أبو القاسم، تمام بن محمد (1412ھ)، الفوائد، الرياض: مكتبة الرشد ، ج: 1، ص: 308، رقم الحديث: 770

البيهقي، أحمد بن الحسين (2003ء)، شعب الإيمان، الرياض: مكتبة الرشد ،ج: 2، ص: 417، رقم الحديث: 1154

الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي (1421ھ)، الفقيه و المتفقه، السعودية: دار ابن الجوزي، ج: 2، ص: 142

صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب ما قيل في الرماح، قبل الحديث: 2914

سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، رقم الحديث: 4031

أبو نعيم، أحمد بن عبد الله الأصبهاني (1990ء)، تاريخ أصبهان، بيروت: دار الكتب العلمية ، ج: 1، ص: 165

الهروي، أبو إسماعيل عبد الله بن محمد (1998ء)، ذم الكلام وأهله، المدينة: مكتبة العلوم والحكم ، ج: 3، ص: 119، رقم الحديث: 466

الهروي، ذم الكلام وأهله، ج: 3، ص: 119، رقم الحديث: 465

الطبراني، سليمان بن أحمد (المتوفى: 360ھ)، المعجم الأوسط، القاهرة: دار الحرمين ، ج: 8، ص: 179، رقم الحديث: 8327

الطبراني، مسند الشاميين، ج: 3، ص: 94، رقم الحديث: 1862

البزار، أبو بكر أحمد بن عمرو (2009ء)، مسند البزار المدينة: مكتبة العلوم والحكم، ج: 7، ص: 368، رقم الحديث: 2966

ابن عدي، أبو أحمد بن عدي الجرجاني (1997ء)، الكامل في ضعفاء الرجال، بيروت: الكتب العلمية ج: 5، ص: 460، رقم الترجمة: 1109

ابن أبي حاتم، (1952ء)، الجرح والتعديل، حيدر آباد الدكن: طبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية ، ج: 5، ص: 219، رقم الترجمة: 1031

ابن عساكر، أبو القاسم علي بن الحسن (1995ء)، تاريخ دمشق، دار الفكر ، ج: 34، ص: 253، رقم الترجمة: 3773

ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد (1973ء)، الثقات، حيدر آباد دكن: دائرة المعارف العثمانية، ج: 7، ص: 92، رقم الترجمة: 9151

ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد (1991ء)، مشاهير علماء الأمصار وأعلام فقهاء الأقطار، المنصورة: دار الوفاء ، ص: 288، رقم الترجمة: 1440

ابن عدي، الكامل في ضعفاء الرجال، ج: 5، ص: 460، رقم الترجمة: 1109

ابن شاهين، عمر بن أحمد (1989ء)، تاريخ أسماء الضعفاء والكذابين، ص: 127، رقم الترجمة: 386

المزي، يوسف بن عبد الرحمن (1980ء)، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، بيروت: مؤسسة الرسالة ،ج: 17، ص: 16، رقم الترجمة: 3775

ابن عدي، الكامل في ضعفاء الرجال، ج: 5، ص: 460، رقم الترجمة: 1109

الخطيب البغدادي، تاريخ بغداد، ج: 11، ص: 486، رقم الترجمة: 5309

أحمد شاكر(1995ء)، تحقيق مسند أحمد، القاهرة: دار الحديث ، ج: 3، ص: 397، تحت الحديث: 3281

ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم (1999ء) اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، بيروت: دار عالم الكتب، ، ج: 1، ص: 269

أحمد شاكر، تحقيق مسند أحمد، ج: 4، ص: 515، تحت الحديث: 5114

الألباني، محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح (1985ء)، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، بيروت: المكتب الإسلامي ، ج: 5، ص: 109، رقم الحديث: 1269

الطحاوي، شرح مشكل الآثار، ج: 1، ص: 213، رقم الحديث: 231

الألباني، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، ج: 5، ص: 109، رقم الحديث: 1269

العراقي، زين الدين عبد الرحيم بن الحسين (2005ء)، المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار، بيروت: دار ابن حزم، ص: 318

ابن حجر، أحمد بن علي العسقلاني (1379ھ)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، بيروت: دار المعرفة، ج: 10، ص: 271، تحت الحديث: 5801

ابن حجر، أحمد بن علي العسقلاني (1424ھ)، بلوغ المرام من أدلة الأحكام، الرياض: دار الفلق ، ص: 447، رقم الحديث: 1485

الفحل، ماهر ياسين، الدكتور(2014ء)، تحقيق بلوغ المرام، الرياض: دار القبس ، ص: 540، رقم الحديث: 1471

الزرقاني، محمد بن عبد الباقي (1989ء)، مختصر المقاصد الحسنة، بيروت: المكتب الإسلامي ، ص: 215، رقم الحديث: 1012

الذهبي، سير أعلام النبلاء، ج: 12، ص: 86

ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد الله (1387ھ)، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، المغرب: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية ،ج: 11، ص: 76

الزركشي، بدر الدين محمد بن عبد الله (1986ء)، اللآلئ المنثورة في الأحاديث المشهورة، بيروت: دار الكتب العلمية ، ص: 102

السخاوي، شمس الدين محمد بن عبد الرحمن (1985ء)، المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، بيروت: دار الكتاب العربي ، ص: 639، رقم الحديث: 1101

الهروي، ذم الكلام وأهله، ج: 3، ص: 119، رقم الحديث: 465

ابن حجر، تقريب التهذيب، ص: 275، رقم الترجمة: 2913

أبو داود، سليمان بن الأشعث (1997ء)، سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في معرفة الرجال وجرحهم وتعديلهم، مكة: مكتبة دار الاستقامة، ج: 2، ص: 227، رقم النص: 1679

العجلي، أحمد بن عبد الله (1985ء)، معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث ومن الضعفاء وذكر مذاهبهم وأخبارهم، المدينة: مكتبة الدار، ج: 2، ص: 73، رقم الترجمة: 1024

ابن أبي حاتم، الجرح والتعديل، ج: 5، ص: 219، رقم الترجمة: 1031

ابن معين، يحيى بن معين (1979ء)، تاريخ ابن معين (رواية الدوري)، مكة: مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي، ج: 4، ص: 463، رقم الترجمة: 5307

ابن شاهين، عمر بن أحمد (1999ء)، ذكر من اختلف العلماء ونقاد الحديث فيه، الرياض: مكتبة أضواء السلف ، ص: 68، رقم الترجمة: 25

الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي (2002ء)، تاريخ بغداد، بيروت: دار الغرب الإسلامي ، ج: 11، ص: 486، رقم الترجمة: 5309

ابن عساكر، تاريخ دمشق، ج: 34، ص: 252، رقم الترجمة: 3773

الخطيب البغدادي، تاريخ بغداد، ج: 11، ص: 486، رقم الترجمة: 5309

ابن عساكر، تاريخ دمشق، ج: 34، ص: 256، رقم الترجمة: 3773

الخطيب البغدادي، تاريخ بغداد، ج: 11، ص: 486، رقم الترجمة: 5309

الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان (1992ء)، الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، جدة: دار القبلة للثقافة الإسلامية ، ج: 1، ص: 623، رقم الترجمة: 3158

الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان (المتوفى: 748ھ)، المغني في الضعفاء، قطر: إدارة إحياء التراث الإسلامي ، ج: 1، ص: 532، رقم الترجمة: 3537

الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان (2006ء)، سير أعلام النبلاء، القاهرة: دار الحديث، ج: 7، ص: 18، رقم الترجمة: 1104

الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان (1986ء)، ذكر أسماء من تكلم فيه وهو موثق، الزرقاء: مكتبة المنار ، ص: 117، رقم الترجمة: 203

الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان (1967ء)، ديوان الضعفاء والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين، مكة: مكتبة النهضة الحديثة ، ص: 240، رقم الترجمة: 2428

ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)، تقريب التهذيب، الناشر: دار الرشيد - سوريا، الطبعة: الأولى، 1406 - 1986، ص: 337، رقم الترجمة: 3820

الترمذي، محمد بن عيسى (1975ء)، سنن الترمذي، مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي ، أبواب الطهارة، باب ما جاء في الوضوء مرتين مرتين، رقم الحديث: 43

ابن أبي حاتم، الجرح والتعديل، ج: 5، ص: 219، رقم الترجمة: 1031

العقيلي، محمد بن عمرو (1984ء)، الضعفاء الكبير، بيروت: دار المكتبة العلمية ،ج: 2، ص: 326، رقم الترجمة: 917

الساعاتي، الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيباني ومعه بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني، ج: 22، ص: 40
ابن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج: 6، ص: 98
الساعاتي، الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيباني ومعه بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني، ج: 22، ص: 40
المناوي، فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج: 6، ص: 104، تحت الحديث: 8593
الصنعاني، محمد بن إسماعيل (المتوفى: 1182ھ)، سبل السلام، دار الحديث، ج: 2، ص: 646، تحت الحديث: 1384
ابن تيمية، اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ج: 1، ص: 270
الذهبي، الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، ج: 1، ص: 502، رقم الترجمة: 2384
مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الجهاد، باب ما ذكر في فضل الجهاد والحث عليه، رقم الحديث: 19437
ابن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج: 6، ص: 98، قبل الحديث: 2914
البخاري، محمد بن إسماعيل (المتوفى: 256ھ)، التاريخ الكبير، حيدر آباد دكن: دائرة المعارف العثمانية، ج: 2، ص: 71، رقم الترجمة: 1726
الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان (1963ء)، ميزان الاعتدال في نقد الرجال، بيروت: دار المعرفة ، ج: 1، ص: 315، رقم الترجمة: 1192
ابن عدي، الكامل في ضعفاء الرجال، ج: 2، ص: 163، رقم الترجمة: 248
ابن أبي حاتم، الجرح والتعديل، ج: 2، ص: 355، رقم الترجمة: 1350
الهيثمي، نور الدين علي بن أبي بكر (1994ء)، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، القاهرة: مكتبة القدسي، ج: 10، ص: 271، رقم الحديث: 17959
ابن معين، يحيى بن معين (1985ء)، تاريخ ابن معين (رواية ابن محرز)، دمشق: مجمع اللغة العربية ، ج: 1، ص: 83
ابن معين، يحيى بن معين (المتوفى: 233ھ)، تاريخ ابن معين (رواية عثمان الدارمي)، دمشق: دار المأمون للتراث ، ص: 117، رقم النص: 639
ابن معين، تاريخ ابن معين (رواية الدوري)، ج: 3، ص: 269، رقم الترجمة: 1275
ابن أبي حاتم، الجرح والتعديل، ج: 6، ص: 200، رقم الترجمة: 1099
الدارقطني، علي بن عمر (1985ء)، العلل الواردة في الأحاديث النبوية، الرياض: دار طيبة ،ج: 3، ص: 115، رقم الحديث: 312
البرقاني، أحمد بن محمد (1404ھ)، سؤالات البرقاني للدارقطني رواية الكرجي عنه، لاهور: كتب خانه جميلي، ص: 52، رقم النص: 363
ابن أبي حاتم، الجرح والتعديل، ج: 6، ص: 200، رقم الترجمة: 1099
أبو داود، سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود السجستاني في معرفة الرجال وجرحهم وتعديلهم، ج: 2، ص: 306، رقم النص: 1940
ابن حبان، محمد بن حبان (1396ھ)، المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين، حلب: دار الوعي، ج: 2، ص: 105، رقم الترجمة: 676
الجوزجاني، إبراهيم بن يعقوب (المتوفى: 259ھ)، أحوال الرجال، فيصل آباد: حديث اكادمي، ص: 84، رقم النص: 59
الخطيب البغدادي، تاريخ بغداد، ج: 13، ص: 502، رقم الترجمة: 6371
ابن حجر، تقريب التهذيب، ص: 404، رقم الترجمة: 4783
الساعاتي، أحمد بن عبد الرحمن (المتوفى: 1378 ھ)، الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيباني ومعه بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني، دار إحياء التراث العربي، ج: 22، ص: 40
ابن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج: 6، ص: 98